السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

احکام قربانی تفصیل سے بیان فرمادیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قربانی کے واجب یاسنتِ مؤکدہ ہونے کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے، مگر صحیح و محقق بات یہی ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے سنت ہونے پر باب قائم کیا ہے جس بنا پر یہ سنت ہے۔ طوالت کے خدشہ سے اختصار کیا ہے۔

قربانی واجب نہیں، کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے واجب ہونا منقول ہے۔ جو حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(من کان لہ سعة ولم یضح، فلا یقربن مصلانا "(ابن ماجہ"

(کہ "جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔" (رواہ ابن ماجہ، البانی: 2/199

اول:

تو اس کے مرفوع ہونے میں اختلاف ہے زیادہ صحیح یہی ہے کہ یہ موقوف ہے

دوم:

اس سے وجوب نہیں، بلکہ تاکید ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ کچا پیاز وغیرہ کھانے سے متعلق فرمایا کہ مسجد میں کھا کر نہ آو، حالانکہ بالاتفاق اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حلت ثابت ہے۔ کما لا یخفی من لہ فہم سلیم

اور اس کا سنت ہونا دلائل سے ثابت ہے جن کی تفصیل بوجہ اختصار یہاں ترک کر دی گئی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری 10 ص 3 میں سنیت کی ترجمانی کرتے ہوئے اس کے وجوب کے قائلین کی مخالفت کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔

قال ابن حزم: لا یصح عن احد من الصحابة انھا واجبة وصح انھا غیر واجبة عن الجمھور، وعن محمد بن الحسن ھی سنة غیر مرخصة فی ترکھا، وقال الطحاوی وبہ ناخذ ولیس فی الاثار ما یدل علی وجوبھا، انتھی۔ واقرب ما یتمسک بہ للوجوب حدیث" ابی ہریرة رضی اللہ عنہ رفعہ: من وجد سعة فلم یضح، فلا یقربن مصلانا، اخرجہ ابن ماجہ واحمد ورجالہ ثقات، لکن اختلف فی رفعہ ووقفہ والموقوف اشبہ بالصواب، قالہ الطحاوی وغیرہ رفع ذلک فلیس صریح فی الوجوب، انتھی ملخصا" (محلی ابن حزم 7/358، ھدایہ 4/427)

ابن حزم کہتے ہیں صحابہ کرام سے کسی ایک سے بھی وارد نہیں کہ یہ واجب ہے، بلکہ جمہور سے اس کا غیر واجب ہونا منقول ہے۔ اور محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ ایسی سنت ہے جس کے ترک کی اجازت" نہیں۔ طحاوی نے کہا یہی ہمارا مذہب ہے اور آثار سے اس کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ انتہی۔ اور زیادہ سے زیادہ جس سے وجوب کی دلیل اخذ کی جا سکتی ہے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے وہ مرفوع بیان کرتے ہیں: کہ جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ (ابن ماجہ، احمد ورجالہ ثقات

(لیکن اس کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ نے اس کے موقوف ہونے کو قریب تر کہا ہے۔ نیز اس سے وجوب کی صراحت نہیں ہوتی۔ (انتہی ملخصا

اور قربانی کے لئے صاحبِ نصاب ہونا بھی شرط نہیں ہے، کیونکہ اس شرط کے لئے کوئی دلیل ثابت نہیں، بلکہ صرف استطاعت اور قدرت ہونی چاہیے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ہے۔ کما لا یخفی

مسافر کی قربانی:

اور اقامت (یعنی مسافر نہ ہونا) بھی شرط نہیں ہے، کیونکہ اس پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ دلیل اس کے مخالف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب الاضحیہ للمسافر والنساء (یعنی مسافر اور عورت کی قربانی) قائم کیا ہے۔ اور اس میں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مکہ کے دوران قربانی کی ہے۔

اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

فیہ اشارۃ الی خلاف من قال ان المسافر لا اضحیۃ علیہ

(اس باب و حدیث کو لا کر امام بخاری رحمہ اللہ نے سفر میں قربانی نہ ہونے والے قول کی مخالفت ثابت کی ہے۔ "(فتح الباری 10/5"

اس میں مسافر پر قربانی کے نہ ہونے کے قائل کی مخالفت کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اس سے بالصراحت واضح ہوا کہ اقامت قربانی کے لئے شرط نہیں ہے۔ کما لایخفی۔ نیز احناف کے نزدیک قربانی صاحبِ نصاب زکوٰۃ پر اس طرح واجب ہے جیسا کہ صدقۃ الفطر، بشرطیکہ مسافر نہ ہو۔ ہدایہ میں ہے:

(الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی علی نفسہ و علی ولدہ الصغار والنساء لما روینا من اشتراط السعۃ ومقدارہ مایجب بہ صدقۃ الفطر (ملخص بقدر الحاجۃ)" (ہدایہ 4/427"

"قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم پر جو قربانی کے روز خوشحال ہو اس کی اپنی ذات چھوٹے بچوں اور عورتوں پر فرض ہے جس کی دلیل وہ حدیثِ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے یعنی جس میں وسعت کی شرط پر قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ آسودگی اور خوشحالی کی مقدار وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔"

حجامت:

اور جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھے اسے چاہئے کہ جب ذوالحج کا چاند دیکھ لے تب سے قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کٹوائے جیسا کہ بخاری کے علاوہ اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہے:

(عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا رأیتم ہلال ذی الحجۃ وأراد أحدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ واظفارہ) (منتقی الاخبار 2/300، مصابیح السنۃ 1/490 و مسلم ص 1565، البانی 334)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ذوالحج کا چاند دیکھے اور وہ قربانی کا ارادہ رکھے تو بال اور ناخن نہ کٹوائے۔"

قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نمازِ عید ادا کرنے کے بعد ہے اور اگر کسی نے عید کی نماز سے قبل ذبح کر لیا تو نہ صرف قربانی ناجائز ہوگی، بلکہ اس کی جگہ دوسری بھی کرنا ہوگی، کیونکہ بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبۡدَأُ بِہٖ فِیۡ یَوۡمِنَا ہٰذَا اَنۡ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرۡجِعَ فَنَنۡحَرَ، مَنۡ فَعَلَ ذٰلِکَ فَقَدۡ اَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنۡ ذَبَحَ قَبۡلَ اَنۡ یُصَلِّیَ فَاِنَّمَا ہُوَ لَحۡمٌ عَجَّلَہٗ لِاَہۡلِہٖ، لَیۡسَ مِنَ النُّسُکِ فِیۡ شَیۡءٍ (رواہ البخاری، فتح الباری 10/33، مسلم 3/1553

"آج کے روز ہمارا سب سے پہلا عمل نماز پڑھنا ہے پھر واپس لوٹ کر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو پا لیا (سنت کے موافق عمل کیا) اور جس نے (نماز سے) پہلے قربانی کی تو وہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کو پیش کیا ہے، قربانی میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔"

احناف کے نزدیک بھی ماسوا دیہات میں رہنے والوں کے یہی وقت ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے:

(وقت الاضحیۃ یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر الا انہ لایجوز لاہل الامصار الذبح حتی یصلی الامام العید، فاما اہل السواد فیذبحون بعد الفجر" (ہدایہ 4/429"

([1]قربانی کا وقت تو دسویں ذوالحج کے طلوع فجر ہی سے شروع ہو جاتا ہے، لیکن شہر والوں کے لئے قربانی کرنا جائز نہیں ہے، حتیٰ کہ امام عید کی نماز سے فارغ ہو جائے، البتہ دیہاتوں والے طلوع فجر کے بعد قربانی کر لیں"۔ ([1]"

قربانی کے جانور کی عمر:

بکری کی عمر ایک سال، یعنی ایک سال مکمل ہو کر دوسرا شروع ہو جائے، گائے اور بھینس کی دو سال، یعنی دو سال مکمل ہو کر تیسرا شروع ہو جائے، اونٹ کی پانچ سال اور چھٹا سال شروع ہو۔ بھیڑ (مینڈھا) ایک سال سے کم بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ خوب موٹا تازہ اور ایک سال کا معلوم ہوتا ہو۔ جس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

(لاتذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم، فتذبحوا جذعۃ من الضأن" (رواہ الجماعۃ الا البخاری (المنتقی 2/301، مصابیح 1/489، مسلم 2/100، 3/1555"

"دو دانت والے کے سوا ذبح نہ کرو مگر یہ کہ تم پر تنگی ہو تو بھیڑ کا جذعہ (ایک سال کا) ذبح کرو۔"

مسنۃ:

ہر جانور میں سے "ثنی" کو کہتے ہیں اور "ثنی" بکری میں سے جو ایک سال مکمل کرنے کے بعد دوسرے میں ہو اور گائے بھینس میں سے جو دو سال مکمل ہونے کے بعد تیسرے میں ہو، اور اونٹ جو پانچ سال مکمل کرنے کے بعد چھٹے میں ہو، جیسا کہ "نیل الاوطار" میں ہے:

قولہ "اِلا مسنۃ" قال العلماء المسنۃ ہی الثنیۃ من کل شیء من الاِبل والبقر والغنم (انتہی) والثنی من الشاۃ ما دخل فی السنۃ الثانیۃ، کذا فی مفردات القرآن الامام الراغب القاسم الحسین وہو القدم علی الغزالی والقاضی ناصر الدین بیضاوی" (نیل اوطار 5/121، مفردات القرآن 80)

"مسنۃ۔ علماء کہتے ہیں مثنہ ہر وہ اونٹ، گائے اور بکری ہے جو دو دانت والا ہو اور بکری کا "ثنی" جو دوسرے سال میں داخل ہو جائے۔"

منتھی الارب میں ہے:

ثنی کفنی شتر در سال ششیم درآمدہ۔

"ثنی فنی کی طرح ہے، اونٹ کا ثنی وہ ہے جو چھٹے سال میں داخل ہو گیا۔"

(والثنی منہا ومن المعز ابن سنۃ ومن البقر ابن سنتین ومن الابل ابن خمس سنین ویدخل فی البقر الجاموس لانہ من جنسہ (الہدایۃ 4/433

(اور ثنی بکری کا ایک سال کا ہوتا ہے اور گائے کا دو سال کا اور اونٹ کا پانچ سال کا اور گائے میں بھینس بھی داخل ہے، کیونکہ وہ اس جنس سے ہے۔ (ہدایہ"

جذعہ:

(1] بھیڑ میں سے اسے کہتے ہیں جو سال سے کم ہو۔ (21]

(الجزع من الضان ما تمت لہ ستۃ اشہر فی مذہب الفقہاء وذکر الزعفرانی رحمۃ اللہ علیہ انہ ابن سبعۃ اشہر (ہدایہ 4/433

"فقہاء کے نزدیک بھیڑ کا جذعہ وہ ہے جس کے چھ ماہ مکمل ہو جائیں اور زعفرانی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو ساتویں ماہ میں ہو۔"

مگر مذکورہ شرط کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں:

(ہذا اذا کانت عظیمۃ بحیث لو خلط بالثنان یشتبہ علی الناظر من بعید (ھدایہ 4/433

"کہ جذعہ جائز ہونے کا حکم اس وقت ہے کہ اتنا بڑا ہو کہ اگر وہ ثنی (دو دانت والے) جانوروں میں ملا دیا جائے تو دور سے دیکھنے والے پر مشتبہ ہو جائے۔"

قربانی کے جانور کی صفات:

اور شرط یہ ہے کہ قربانی کا جانور مندرجہ ذیل عیوب سے پاک ہو:

1) اس کے سینگ آدھے یا آدھے سے زیادہ نہ کٹے ہوں۔

2) کان کٹا نہ ہو۔

3) کانا یا اندھا نہ ہو۔

4) ظاہراً لنگڑا نہ ہو۔

5) بہت بیمار نہ ہو۔

6) اتنا بوڑھا نہ ہو کہ ہڈیوں کا گودا باقی نہ رہا ہو۔

7) کان پھٹا ہوا نہ ہو۔

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

"نَہی رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ أَن یُضَحّی بِأَعْضَبِ القَرْنِ وَالأُذُنِ» قال قتادۃ فذکرت لسعید بن المسیب فقال، العضب: النصف فاکثر من ذلک۔ رواہ الخمسۃ وصححہ الترمذی ولکن ابن ماجہ لم یذکر قول قتادہ۔۔۔ الخ»"

(ترمذی احمد شاکر 4/90، ابن ماجہ 2/202، ابو داؤد 3/238، مسند احمد 1/83، مصابیح السنہ 1/493)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ٹوٹے ہوئے سینگ اور پھٹے ہوئے کان والا جانور ذبح کیا جائے ۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے ذکر کیا تو کہنے لگے کہ العضب : نصف یا اس سے زیادہ کٹے ہوئے کو کہتے ہیں ۔"

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

"قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ لَا تُجْزِيُ فِي الأَضَاحِي : الْعَوَرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعَرجَاءُ الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا، وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تُنْقَي " (رواہ ۔ ۔ ۔ ([3]) وصحہ الترمذی، (منتقی الاخبار2/302)، (ترمذی 1465) البانی، ابن ماجہ 2/202 البانی، ترمذی احمد شاکر 4/90، مصابیح السنۃ 1/493

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں ۔ کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اور بیمار جس کی بیماری نمایاں ہو، اور لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور بڑی عمر کا جس کی ہڈیوں کا گودا باقی نہ ہو۔

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ،کہتے ہیں :

"أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالأُذُنَ ، وَأَنْ لَا نُضَحِّيَ بِمُقَابَلَةٍ وَلَا مُدَابَرَةٍ وَلَا شَرْقَاءَ وَلَا خَرْقَاءَ ۔ رواہ الترمذی وابوداود والنسائی والدارمی وابن ماجہ ، وانتہت روایتہ الی قولہ : وَالأُذُنَ ، کذا فی المشکاۃ"

(احمد 1/108، ابوداود 3/237، ابن ماجہ 2/202، البانی، مصابیح السنۃ 1/492، دارمی 2/4)

"کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آنکھ اور کان اچھی طرح دیکھ لیں اور ایسی قربانی نہ کریں جس کا کان اگلی جانب سے پھٹا ہو یا پچھلی طرف سے اور وہ جانور جس کا کان لمبائی یا گولائی میں پھٹا ہو ۔ ابن ماجہ کی روایت "الاذن" تک ہے ۔"

اور احناف کے نزدیک جانور ان سب عیوب سے پاک ہو اور ان کے ہاں دم بھی نصف سے زیادہ کٹی ہوئی نہ ہو، ماسوا سینگ یا کان کے کہ وہ کٹے پھٹے عیب نہیں ہیں ۔ ہاں !کان اگر نصف سے زیادہ کٹا ہو تو عیب ہے ، ورنہ عیب نہ ہوگا، ہدایہ میں ہے :

"(ولا یضحی بالعمیاء والعوراء والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ولا العجفاء ولا تجزی مقطوعۃ الاذن والذنب ولا التی ذہب اکثر اذنہا وذنبہا وان بقی اکثر الاذن والذنب جاز ویجوز ان یضحی بالجماء " (ھدایہ 4/431"

"اندھا، کانا، لنگڑا جو قربان گاہ کی طرف چل کر نہ جا سکتا ہو، نہ ہی لاغر، کان کٹے اور دم کٹے کی قربانی کی جائے گی جس کے کان اور دم کا زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو اور اگر دونوں کا زیادہ حصہ باقی ہو تو جائز ہوگا، نیز بے سینگ کی قربانی بھی جائز ہے ۔"

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد عیب کا پیدا ہوجانے کا حکم :

اور یہ عیوب معتبر ہیں لیکن اگر بہ نیت قربانی جانور تمام عیوب سے سالم خریدا تھا اور بعد میں کوئی عیب پیدا ہوگیا تو وہ (بطور قربانی) جائز ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ،کہتے ہیں :

"اشتریت کبشا اضحی بہ فعدی الذئب فأخذ الالیۃ، قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ضح بہ (رواہ احمد) وہو دلیل علی ان العیب الحادث بعد التعین لا یضر (المنتقی) (نیل الاوطار 5/125-126) فی اسنادہ جابر جعفی وہو ضعیف جدا

"کہ میں نے ایک دنبہ بغرض قربانی خریدا، اس پر ایک بھیڑیا جھپٹا اور اس کی چلی لے گیا ۔ سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کی قربانی کر لو ۔ پس یہ دلیل ہے (کہ تعین کے بعد عیب کا پیدا ہوجانا مضر نہیں ہے ۔ (الفتح الربانی 13/80

احناف کے نزدیک غنی کو دوسری بدل لینی چاہئے اور غریب کے لئے وہی درست و کافی ہے ، چنانچہ مذکور ہے :

"وہذا الذی ذکرنا اذا کانت ہذہ العیوب قائمۃ وقت الشراء ، ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیب بعیب مانع ان کان غنیا علیہ غیرہ وان کان فقیرا تجزیہ ہذہ، لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین بہ وعلی الفقیر بشرائہ بنیۃ الاضحیۃ فتعینت" (ھدایہ 4/432)

"اور جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ عیوب جبکہ وقت خرید موجود ہوں اور اگر اس نے سالم خریدا تھا پھر اس میں قربانی سے مانع کوئی عیب پیدا ہوجائے ، سو اگر مالدار ہے تو اس کے ذمہ دوسری ہے اور اگر وہ تنگدست ہے تو اس کے لئے یہی جائز ہے، اس لئے کہ تونگر کے ذمہ شرع میں ابتدا سے واجب تھی نہ کہ خریدنے کے بعد اور تنگدست پر صرف یہ جانور قربانی کی نیت سے خریدنے کی بنا پر متعین ہوا تھا ۔"

خصی جانور کا حکم :

خصی جانور کی قربانی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی کی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ :

"ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین سمینین عظیمین املحین ([4]) موجوئین"

(رواہ احمد، منتقی الاخبار 2/305) (فتح الباری کتاب الاضاحی 5564 مصابیح السنۃ 1/480، مسلم 4/1966)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بڑے، موٹے، خوبصورت سینگوں والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔"

اس مضمون سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث منقول ہیں، مگر بخوف طوالت ایک پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حنفی مذہب میں بھی ہے: ویجوزان یضحی بالجماء والخصی لان لحمها اطیب وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ضحی بکبشین املحین موجوئین (4/433) (انتھی مافی الھدایۃ ملخصا بقدالحاجۃ)۔۔۔ بے سینگ اور خصی جانور کی قربانی جائز ہے کیونکہ اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو (خوبصورت اور خصی مینڈھوں کی قربانی دی تھی۔ (ہدایہ

قربانی کا گوشت کھانا اور دوسروں کو کھلانا:

قربانی کے گوشت میں سے ازروئے قرآن وحدیث خود کھائے اور فقیروں، محتاجوں کو کھلائے، کوئی پابندی نہیں کہ کس قدر خود کھائے اور کتنا فقیروں کو دے۔ فرمانِ الٰہی ہے: فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۔۔۔ الآیۃ (سورۃ الحج: 36) ۔۔ ۔اسے (خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال نہ کرنے والوں اور سوال کرنے والوں کی بھی کھلاؤ۔

اور حنفی مذہب میں مستحب ہے کہ ایک تہائی فقیروں، محتاجوں کو دے، جیسا کہ ہدایۃ میں ہے:

(یاکل من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء ویستحب ان لا ینقص الصدقۃ عن الثلث (انتھی ملخصا)) (ھدایہ 4/433)

"قربانی کا گوشت (خود) کھائے، اغنیاء وفقراء کو کھلائے، ذخیرہ کرلے اور بہتر ہوگا کہ ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔"

قربانی کی کھال کا مصرف:

قصاب کی اجرت قربانی میں سے نہ دے (بلکہ) اپنے پاس سے علیحدہ دے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقمت علی البدن فامرنی فقسمت لحومها ثم امرنی فقسمت جلالها وجلودها قال سفیان وحدثنی عبدالکریم) (بخاری ج حدیث 1717، مسلم 2/954، مصابیح السنۃ 2/266)

(عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن علی رضی اللہ عنہ قال: امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی البدن ولا اعطی علیها شیئا فی جزارتها)

(رواہ البخاری، فتح الباری 3/1717، مصابیح السنۃ 2/266)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا کہ میں اونٹوں کی قربانی کی نگرانی کروں، سو مجھ کو حکم دیا تو میں نے گوشت تقسیم کیا، پھر حکم دیا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں تقسیم (خیرات) کردیں۔ عبدالکریم نے مجاہد سے بیان کیا اور انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان میں سے قصاب کو اجرت میں سے کچھ نہ دوں۔"

"اور قربانی کی کھالوں کو یا تو صدقہ کروں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، یا اس میں سے کوئی چیز استعمال کی، مثل مشکیزہ، ڈول وغیرہ بنالوں، فروخت نہ کی جائے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔

اور حنفی مذہب میں بھی یہی ہے:

(ویتصدق بجلدہا لانہ جزء منها ویعمل منہ آلۃ تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال ونحوہا) ہدایہ (4/434) واللہ اعلم بالصواب)

"اور اس (قربانی) کی کھال کو صدقہ کردے اس لئے کہ وہ اسی کا حصہ ہے، یا پھر اس سے کوئی گھریلو کارآمد چیز بنالے جیسا کہ چٹائی، چمڑے کا تھیلا اور چھلنی وغیرہ۔"

---

[1] قربانی میں دیہاتوں اور شہریوں کا فرق کئی دوسرے ائمہ کے نزدیک ساقط الاعتبار ہے لہذا حق اور صحیح بات یہی ہے کہ نمازِ عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کیا جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قربانی کا وقت امام کی نماز سے قبل ناجائز اور نماز کے بعد امام کی قربانی سے قبل جائز ہے، خواہ وہ شہروں کے باسی ہوں یا دیہاتوں کے رہنے والے، یہی رائے امام حسن رحمۃ اللہ علیہ، اوزاعی اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ نیز

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلوع شمس یا طلوع فجر کے قائلین کی رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہے، جو منقول ہے کہ یوم النحر "ذبح کا دن" ہے اس لئے کہ وہ مثل عموم کے ہے تو اس باب کی روایات اسے خاص کرتی (ہیں سو عموم کو خاص پر بنا کیا جائے گا۔ (نیل الاوطار ج3 ص 141

اور علامہ شیخ عبیداللہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے امام احمد ہی کے مذہب کو ترجیح دی ہے کہ قربانی کا وقت طلوعِ شمس یا طلوع فجر کی بجائے نماز عید سے مشروط ہے (جیسا کہ حدیث براء رضی اللہ عنہ (اور اس میں اہل الامصار اور اہل البوادی برابر ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح ج2 ص 336) (خلیق

[2] "مسنہ" کے بارے میں علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

اہل لغت اوراصحابِ شروح الحدیث والفقہ کے اقوال سے یہ بات عیاں ہے کہ:

مسنہ "اور "مسن "اسنان سے ماخوذ ہے جوکہ دانتوں میں سے ایک دانت کاظاہر ہوجانا ہے، نیز مسن، ثنی، مسنۃ، ثنیہ ایک ہی چیز ہے۔ اونٹ، گائے اور بکری میں سے "مسن "وہ ہے جواپنے منہ کے اگلے دانت گرادے۔ "مسن اور ثنی (یعنی دانتا) میں اور قربانی کی عمر کے مفہوم کا اعتبار دانتوں کے گرانے، دانت کے اُگنے اوراس کے ظاہر ہونے پر ہے اوراس کی عمر کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اوراونٹ، گائے اور بکری کی قربانی صرف اسی صورت میں جائز ہوگی جبکہ اس کا دانت گرجائے اوران مذکورہ جانوروں کا دانت بھی ظاہر ہوجائے

(نیز جذعہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ بھیڑ سے مرادوہ ہے جس کا تقریبا ایک سال ہوجائے۔ (مرعاۃ المفاتیح ج 2 ص 353)۔۔۔ (خلیق

مؤلف نے یہاں خالی چھوڑا ہے۔ [3]

اَملح اور ملیح: سفید و سیاہ رنگ کے مینڈھے کو کہتے ہیں۔ [4]

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ نواب محمد صدیق حسن

صفحہ: 99

محدث فتویٰ